علّامہ اقبال کے ایک شعر کی تشریح

از : ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

یہ شعر علامہ اقبال کے کلام "بال جبریل" سے لیا گیا ہے۔ علامہ کی یہ تصنیف ۱۹۳۵ء میں (یعنی آپ کی وفات سے تین سال قبل) منظر عام پر آئی۔ آپ نے اس کتاب کے شروع میں یہ شعر درج فرمایا ہے۔

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

علامہ کے اس شعر کو سمجھنے سے پہلے دو تمہیدی باتوں کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اول یہ کہ علامہ اقبال عصرِ حاضر کے وہ ذہین ترین فلسفی اور قادر الکلام شاعر ہیں کہ جنہوں نے ایک طرف مغربی فلسفہ اور مغربی تہذیب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اور دوسری طرف انہیں اسلامی تعلیمات اور اسلامی فلسفہ و حکمت پر پورا عبور حاصل تھا۔ اس تقابلی مطالعہ سے وہ پورے یقین سے سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب نے انسانیت کو جو زخم لگائے ہیں اور اس نے حضرت انسان کی جو تذلیل کی ہے اس کی بدی سے آسمان بھی شرمندہ ہے۔

فسادِ عصرِ حاضر آشکار است
سپہر از زشتیٔ اُو شرمسار است
اگر پیدا کنی ذوقِ نگاہے
دو صد شیطاں تُرا خدمت گزار است

اور۔۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
(ضرب کلیم)

انہوں نے اس کرب کو محسوس کیا۔

پڑھ لئے میں نے علومِ شرق و غرب
روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب
(بال جبریل)

اس درد و کرب میں قرآن کریم اور مجسم قرآن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کام آئی اور آپ کہہ اٹھے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

آپ کا عشقِ رسولؐ کس مقام پر پہنچا ہوا ہے' ذرا ان اشعار سے اندازہ لگائیے۔

گر دلم آئینۂ بے جوہر است
وَر بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
اے فروغت صبحِ اعصار و دہور
چشم تو بینندۂ مَا فِی الصُّدُور
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن
ایں خیاباں را ز خارم پاک کن

یعنی میں اگر قرآن کے علاوہ کچھ اور پیش کروں تو قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے' نیز مجھے قیامت میں رسوا کر دیا جائے۔

دیکھئے جذبہ کتنا صادق ہے اور کس قدر اخلاص ہے جو کہلوا رہا ہے۔

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

وہ جانتے تھے کہ ہماری آبرو ہی اسیؐ نام سے ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ؐ است
آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ ؐ است

اس تمہید سے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ علامہ اقبال کا تمام کلام قرآن مجید کی ترجمانی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی عکاسی ہے اور اب اگر کوئی کلام اقبال کو سمجھنا چاہئے تو بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی اسے قرآن اور حدیث سے گہرا شغف ہونا چاہئے۔ ورنہ تو یاروں نے اپنی اپنی مرضی کا اقبال بانٹنے کی کوشش کرلی ہے اور اس کی بھی پیشینگوئی حضرت علامہ نے فرمادی تھی۔

اڑا لی قمریوں نے' طوطیوں نے' عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری
(تصویرِ درد-بانگ درا)

دوسری تمہیدی بات یہ ہے کہ اس شعر کو سمجھنے کے لئے انسان کی تخلیق اور جن عناصر سے وہ بنا ہے ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔

انسان کی تخلیق پر روشنی قصۂ آدم و ابلیس کے حوالے سے قرآن مجید میں کوئی چھ مقامات پر ڈالی گئی ہے۔ آپ سورۂ حجر کی آیات ۲۷-۳۳ کے مفہوم پر نظر ڈالئے۔ ارشادِ ربانی ہے :

"پہلے ہم جنوں کو آگ کی لو سے پیدا کرچکے تھے اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ہم سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک آدمی پیدا کرنے والے ہیں۔ تو جب ہم اسے پورا بنا چکیں اور اس میں اپنی روح سے (کچھ) پھونک دیں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ چنانچہ سارے فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کردیا۔ (اس پر اللہ نے فرمایا : اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ وہ بولا : میرا یہ کام نہیں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے"۔

اس کے علاوہ دوسرے مقامات سورۂ بقرہ' سورۂ ص' سورۂ اعراف سے جو بات واضح ہوتی

ہے وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ (نائب) بنانے کا فیصلہ فرمایا تو فرشتوں کی مجلس میں اس کا اعلان کیا۔ اس پر فرشتوں نے آپؐ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یہ حضرت انسان زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ پھر تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس پر تمام فرشتے سجدے میں گر گئے' سوائے ابلیس کے جو جنوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم نے سجدہ کرنے سے انکار کیوں کیا ہے؟ جس پر اس نے تکبر سے کہا کہ میں آگ سے بنایا گیا ہوں اور یہ مٹی سے بنایا گیا ہے' اس لحاظ سے میں اس سے برتر ہوں! یہی وہ غلطی ہے جو اسے لگی تھی۔ انسان اس لئے اشرف المخلوقات اور اللہ تعالیٰ کا نائب (خلیفہ) قرار پایا تھا کہ اس مٹی کے پتلے میں روحِ ربانی بھی پھونکی گئی تھی اور اس کا وجود دو چیزوں کا مرکب ہے' ایک مٹی کا پتلا اور دوسرے روح ربانی۔

ان دو تمہیدی باتوں کے بعد اب علامہ اقبال کے اس شعر کو سمجھنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ نے ایک تمثیل کے ذریعے اس بات کو سمجھایا ہے۔ انسانی جسم کو ایک پنجرے سے تشبیہ دی ہے جس میں روح ایک پرندے کی مانند ہے۔ روح طائرِ لاہوتی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک چار عالم ہیں۔

۱۔ عالمِ لاہوت (ذات)
۲۔ عالمِ جبروت (صفات)
۳۔ عالمِ ملکوت (اسماء)
۴۔ عالمِ ناسوت (عالم ظاہر)

یہ انسانی جسم (پنجرہ) مٹی کا بنا ہوا ہے اور آپ کا مشاہدہ ہے کہ مٹی کی تمام ضروریات مٹی سے پوری ہوتی ہیں۔ اسے کھانے کو چاہئے' ہمارے تمام انواع و اقسام کے کھانے مٹی ہی سے ملتے ہیں۔ کبھی تو یہ بلاواسطہ مٹی سے حاصل کئے جاتے ہیں' جیسے اناج' پھل وغیرہ اور کبھی بالواسطہ یعنی جانوروں کے توسط سے' جیسے دودھ گوشت وغیرہ۔ اس کی دوسری بڑی ضرورت تن ڈھانپنا ہے اور وہ بھی مٹی ہی سے پورا ہوتا ہے۔ لباس ریشم کا ہو یا نائیلون کا'

سوتی ہو یا اونی، مٹی ہی کا مرہون منت ہے۔ اسی طرح اسے سر چھپانے کے لئے کوئی گھروندہ چاہئے۔ اب وہ بھی مٹی ہی سے بنتا ہے۔ سیمنٹ، پتھر، اینٹ، گارا، چونا سبھی مٹی ہی کی شکلیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مٹی کی تمام ضروریات کا انتظام مٹی ہی سے کر دیا گیا اور حضرت انسان کے زمین پر تشریف لانے سے کروڑوں سال پہلے ہی سے اس کا بندوبست شروع فرما دیا۔ پھر ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مٹی کو مٹی ہی میں مل جانا ہے۔ ہم ایک محاورہ استعمال کرتے ہیں "روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی"۔ یعنی مٹی کا پنجرہ کہ جس میں روح قید تھی، وہ موت کے وقت اس سے جدا ہو کر چلی جاتی ہے۔

اب ذرا غور فرمائیں کہ اگر مٹی کے حصے کے لئے اتنا بندوبست کیا گیا تو روح کے لئے، جو ابدی اور لافانی ہے، اللہ تعالیٰ نے کتنا بہتر انتظام فرمایا ہو گا۔ اور اسی انتظام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں قصۂ آدم و ابلیس کے اخیر میں فرما دیا۔ جب ابلیس نے دشمنی کا بیڑا اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

> "ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب، پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔
>
> (البقرہ : ۳۸)

یہی ہدایت (وحی) روحِ ربانی کی غذا ہے جس کا سلسلہ انبیاء کی طرف چلا اور جس کا مکمل اور آخری ایڈیشن اب مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دیا گیا۔ اب یہ قرآن مجید، مکمل اور محفوظ، پچھلے چودہ سو سال سے معجزاتی طور پر چلا آ رہا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہوا ہے :

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

تو علامہ اقبال اس شعر میں انسان کو یہ درس دے رہے ہیں کہ ابلیسیت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صرف مادہ (مٹی) سے بنا ہوا سمجھے اور ساری تگ و دو ان مادی ضروریات کے لئے کرتا رہے انسانیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نائب (خلیفہ) جانے۔ بقول اقبال ۔

ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے!

اس روح کے حوالے سے اپنی حیثیت پہچانے' صرف زمینی خواہشات کے پیچھے نہ پڑا رہے۔ سورۂ اعراف میں فرمایا :

"اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعے سے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو ہو رہا زمین کا اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہشوں کے"۔

یعنی اگر ہم آیات الٰہی کو بھلا دیں تو روح مضمحل ہو جاتی ہے' کمزور پڑ جاتی ہے اور اس کی پرواز میں کوتاہی آ جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ مٹی (نفسانی خواہشات) کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ روح کے تقاضوں کو بھی سامنے رکھیں اور روحِ ربانی کو کلامِ ربانی سے مسلسل تغذیہ اور تقویت پہنچاتے رہیں تاکہ طائرِ لاہوتی کی پرواز میں کوتاہی نہ آئے۔۔۔ قرآن مجید کی اس ضرورت کو علامہ اقبال نے اس شعر میں کیسے پیارے انداز میں سمو دیا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

سفر ترکی کے مشاہدات و تاثرات پر مشتمل ایک منفرد سفرنامہ

زبان یار من ترکی...

جناب اقتدار احمد کے قلم سے

جو اس سے قبل "ندائے خلافت" میں بالاقساط شائع ہوتا رہا'

اب کتابی صورت میں چھپ گیا ہے

دیدہ زیب ٹائٹل' عمدہ اردو کمپوزنگ' اعلیٰ طباعت' دبیز سفید کاغذ' نفیس اور پائیدار جلد

صفحات ۲۰۰' قیمت۔/ ۱۲۰ روپے

شائع کردہ : مکتبہ وحدت ملی ۴۰۔بی' اردو بازار لاہور' فون : ۷۱۲۲۹۸۰